مقامات قلب

شیخ الازہر، شیخ علی جمعہ سے ایک گفتگو

گفتگو: شمس فریڈلینڈر

ترجمہ: انجینئر اطہر وقار عظیم

ہر جمعے ہزاروں مسلمان قاہرہ کے قلب میں واقع، ۱۱ویں صدی عیسوی کی انتہائی خوبصورت سلطان حسن مسجد میں ادائیگی جمعہ نماز کے ساتھ ساتھ شیخ علی جمعہ کا خطبہ سننے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ! عجب تجربہ ہے، جیسے ہی کوئی نمازی مسجد کے احاطے میں (جو کہ چار حصوں میں منقسم ہے) داخل ہوتا ہے، وہ اس مسجد کی مقدس سادگی اور متبرک خوبصورتی میں کھو سا جاتا ہے۔ پھر یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے انسان اور اس کے خالق کے مابین ازلی تعلق دوبارہ تازہ ہو گیا ہو۔

شیخ علی جمعہ، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے منبر تک پہنچتے ہیں پھر سامعین کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے خطبے کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ اسمائے الٰہی کا ورد اس قدر شدت اور جذب کے ساتھ کرتے ہیں کہ سامعین اور حاضرین مجلس پر رِقّت طاری ہو جاتی ہے۔ ہمیں تو ترغیب دلائی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کا ذکر آتا ہے تو ہمیں رونا چاہیے اور اگر رونا نہ آئے تو اس بدقسمتی پر رونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر خشیت الٰہی کے تحت رویا نہ جا سکا۔ جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو اُن کی نظریں اور الفاظ اپنا مدعا خود بیان کر رہے ہوتے ہیں اور ان کی آواز پوری شدت، لیکن انسانی جذبات سے آراستہ زیروبم کے ساتھ دلوں پر دستک دیتی محسوس ہوتی ہے۔ یقیناً وہ لوگوں کے لیے ہدایت کا نور پھیلانے کا باعث ہیں۔

شیخ علی جمعہ علوم اسلامیہ و عربیہ کے شعبے میں، اسلامی فقہ کے پروفیسر ہیں۔ اس کے

ساتھ ساتھ وہ اسلامی ٹریژر فاؤنڈیشن میں حدیث کے شعبے کے ڈائریکٹر بھی ہیں اور قاہرہ میں سلطان حسن مسجد کے امام بھی۔

شمس فریڈ لینڈر قاہرہ میں امریکی یونیورسٹی میں تدریس کے شعبے سے وابستہ شاعر اور ڈیزائنر ہیں۔ یہاں نماز جمعہ کے بعد ان سے شیخ علی جمعہ کی گفتگو پیش کی جارہی ہے۔

شمس فریڈلینڈر: برائے مہربانی ہمیں سمجھایے آخر یہ قلب کیا شے ہے؟ یہ کہاں واقع ہے؟ کیا یہ محض ایک پمپ ہے؟ جیسا کہ اطباء کا عمومی دعویٰ ہے، جو کہ انسان کی زندگی سے لے کر موت تک اُس کے ساتھ دھڑکتا رہتا ہے؟ یا پھر یہ جسمانی عضو ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی اثرات اور مابعد الطبیعاتی مفہومات کا بھی حامل ہے؟

شیخ علی جمعہ: دراصل عربی زبان میں مفہوماتی وسعت کی بدولت ایسے الفاظ اور اظہاریے موجود ہیں جن میں دل کو مختلف سطحوں (حالتوں) میں بیان کیا جاتا ہے، جیسے دل (القلب) حساس دل (الفؤاد) ، جوہر (اللب) اور عقل سلیم (العقل) وغیرہ۔ یہاں ظاہری طور پر قلب سے مراد وہ طبیعی آلہ ہے جو تمام تر انسانی جسم کے لیے خون کی ترسیل کا موجب ہے۔ گویا یہ وہ شئے ہے جو زندگی کو موت سے جدا کرتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ، دل سے مراد کسی شئے کا باطن، اس میں موجود سچائی یا الحق، یا پھر اس کا لب لباب یا جوہر بھی ہے۔

دل کی ان تمام حالتوں کو پانچ درجوں (سطحوں) میں واضح کیا جاتا ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک یہ پانچ درجے حسبِ ذیل ہیں:

۱- مادی قلب (دل)

۲- روح

۳- سِرّ (راز)

۴- خفی (چھپا ہوا)

۵- اخفٰی (سب سے زیادہ پوشیدہ)

یہ پانچ مراتب ایک بڑے دائرے میں موجود، دیگر دائروں کی طرح ہیں، جس میں ہر دائرہ، اپنے سے پہلے دائرے کو نہ صرف محیط ہے، بلکہ احاطے کے لحاظ سے تنگ بھی ہوتا جاتا ہے۔ اسے اس طرح سمجھیں کہ (مادی) قلب کے مرتبے پر، کیفیت قلب (دل) سمجھنے والے اگر ہزار افراد موجود ہیں، تو پھر روح کے مرتبے پر سمجھنے والے آٹھ سو ہوں گے۔ اس لحاظ

سے سِرّ (راز) کے مقام پر سمجھنے والے محض چھ سو ہوں گے اور خفی سطح پر سمجھنے والے دو سو ہیں۔ اس طرح سب سے زیادہ مخفی تر مراتب والے سو افراد موجود ہوں گے۔ اور اس درجے سے بھی اگلے درجے میں اس سے بھی کم تر افراد آ سکیں گے۔ یہ تمام مراتب نیچے سے اوپر، مخروطی (اہرامی) شکل میں اوپر کی طرف اٹھتے ہیں۔

لہٰذا قلب (دل) ان تمام مراتب میں سے کسی مرتبے کی کیفیت کا نام بھی ہے، نہ کہ قلب (خون) کا محض ایک لوتھڑا ہے۔ اگرچہ قلب (دل) مادی طور پر دل کا ایک مرتبہ (درجہ) خون کے لوتھڑے والا دل بھی ہے اور یہ تعلق اور ربط ایسا ہے، جسے نہ تو تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ حواس خمسہ کی مدد سے اسے چھوا، دیکھا یا تجربہ کروایا جاسکتا ہے، لیکن پھر بھی ہم اپنے جسمانی دل کو سینے کے بائیں طرف نیچے محسوس کر سکتے ہیں۔

شمس فریڈلینڈر: کیا اس (قلب) دل میں داخل ہوا جا سکتا ہے؟

شیخ علی جمعہ: قلب (دل) تک پہنچنے کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کا ذکر (یاد) ہے۔ ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے خوبصورت ناموں (اسمائے حسنہ) اور اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ عالم پر غور و فکر اور تدبر ہے۔ جس طرح عام طور پر انسان سمجھتا اور محسوس کرتا ہے کہ اس کے سوچنے کے عمل کا تعلق سر (دماغ) کے ساتھ ہے۔ (شیخ صاحب نے اپنا ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے کہا) لیکن وہ ایک لمحے کے لیے یہ نہیں کہتا کہ سوچنے کا تعلق ہاتھوں کے ساتھ ہے یا پیروں کے ساتھ ہے، اس طرح وہ دل کو ان تمام مخفی اور باطنی احوال کے منکشف ہونے کی جائے مقام سمجھتا ہے۔

دراصل ایک "ملک" یہ دنیا ہے جسے ہم اپنے حواس خمسہ کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں جو ہمارے قریب لائی گئی ہے۔ دوسری دنیا "ملکوت" (عالم غیب) ہے، جو کہ ان مخلوقات، تخلیقات اور امور سے متعلقہ ہے جنھیں نہ تو انسان دیکھ یا چھو سکتا ہے اور نہ اُن کا تجربہ کر سکتا ہے۔ ان میں جنات، فرشتے اور دیگر غیر مرئی آسمانی مخلوقات ہیں۔ یہ "ملک" اور "ملکوت" دونوں مل کر ایسے وسیع و بسیط عالم کو ترتیب دیتے ہیں، جنھیں ہم "ما سوا اللہ" کہتے ہیں۔

ان دو عالموں سے پرے، الوہی سطح (مرتبے) پر تین عالم (دنیائیں) اور بھی ہیں: (۱) ایک عالم جمال ہے، دوسرا عالم جلال ہے اور تیسرا عالم کمال ہے۔ ان سب کی طرف اشارہ عرش الٰہی کہہ کر بھی کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝

جو رحمن، عرش پر قایم ہے۔

اس عرش اور تخت الٰہی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا جمال، جلال اورشان وشوکت اور بزرگی ہے۔اس تخت کے نیچے فرش ہے جس کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

پہلے بیان کردہ پانچ مراتب یعنی (مادی قلب، روح، سِرّ، مخفی، اخفی) نور الٰہی کے مختلف درجات اور عالم ملک و ملکوت کے رازوں میں سے راز ہیں۔ یہ تمام عالم جو کہ تخت الٰہی کے نیچے میں واقع ہیں اُن کے حصول کے لیے اور تزکیہ نفس اور باطنی پاکیزگی کے ذریعے سے، انسان روحانی مراتب کا سفر طے کرتا ہے۔

اس تخت الٰہی کے اوپر بھی پانچ مزید درجے موجود ہیں جو کہ (قلب) دل، روح، سِرّ، مخفی اور اخفی تر کی طرح ہیں۔ جو مختلف اطراف میں انوار منعطف کر رہے ہوتے ہیں۔ (شیخ صاحب نے یہ کہتے ہوئے اپنی ہتھیلی کھولی، ایک ہتھیلی سننے والے کی طرف اور دوسری ہتھیلی اپنی طرف کی)

ان تمام تر مراتب سے پرے یہ تین عالم (جمال، جلال اور کمال) انسان کے لیے مبہم ہیں، مراد یہ ہے کہ ہم مطلقاً تین مقامات (مراتب) کا اصل حال، قطعی طور پر نہیں جان سکتے، چاہے ہم غور و فکر سے ایسا کرنا چاہیں یا ذکر الٰہی یا حسیات (حواس خمسہ) سے کرنا چاہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا احاطہ، محض عقل انسانی کے ذریعے سے نہیں کیا جا سکتا۔ عقل کی طنابیں یہاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

شمس فریڈلینڈر: پس نتیجتاً، ہم دل کی وضاحت کس طرح کر سکتے ہیں؟

شیخ علی جمعہ: اجمالی طور پر دل (قلب)، اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہوئے، تزکیہ (نفس) کے مختلف مراتب میں سے ایک مرتبے کا نام ہے۔ جس کے انوار، راز، انسانی جسم میں موجود خون کے لوتھڑے کی صورت میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ یہاں اس راز کے انکشاف کی طبعی صورت پمپ کی سی ہے، جو کہ خون کی ترسیل پورے جسم میں کرنے کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اس حصے کے گرداگردد نہ کہ خصوصاً، اس عضو میں انسان مختلف انوار، انکشافات اور رازوں کو محسوس کرتا ہے۔

شمس فریڈ لینڈر: کیا اسے کسی ایک مخصوص مقام میں مقید سمجھنا چاہیے؟

شیخ علی جمعہ: یہ انسان کے اندر ہی ہے۔ یہ مختلف روحانی مراتب کے مابین ایک مرتبہ ہے۔ مطلب یہ کہ، ذات حق کے (عرفانی) دائروں میں سے ایک دائرہ ہے۔ قلب بحیثیت

جسمانی عضو کے اوپر بلحاظ مرتبہ "روح" ہے، یہ وہ مرتبہ ہے جہاں روح موجود رہتی ہے۔ اس سے بالاتر مقام سِرّ (راز) ہے۔ اس مرتبے پر انسان جانلیتا ہے کہ خود اُس کی اپنی ذات (ہستی) کچھ بھی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات باری تعالیٰ ہی تمام تر اشیاء کی بنیاد ہے۔ اس مرتبے پر ہو سکتا ہے کہ انسان حق کے راستے سے بھٹک جائے اور خود کو ہی ذات باری تعالیٰ سمجھنے لگے، کیونکہ وہ یقین کرنے لگتا ہے کہ وہ خود کچھ بھی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے اُسے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ لیکن اس مرتبے سے گزر کر وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے، جسے مخفی کہا جاتا ہے۔ یہاں وہ جان لیتا ہے کہ وہ ایک الگ ذات (مخلوق) ہے اور خالق (اللہ تعالیٰ) ایک الگ ہستی ہے۔ اور یہ کہ وہ فانی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مستقل اور قایم ہے۔ اور یہ کہ خالق اور مخلوق میں فرق اور امتیاز پایا جاتا ہے اور پھر جب انسان، تزکیہ نفس اور توفیق الٰہی سے اس مرتبے سے بھی بلند ہو جاتا ہے تو پھر وہ یہ جان لیتا ہے کہ وہ خود بھی جلیل القدر ہستی کے مختلف مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی (مخلوق کی سطح) پر جھلک اور انعطاف، انسانی صلاحیتوں، حوصلہ اور علم و حکمت کے ذریعے اس دنیا میں ہوتی ہے۔ یہ قلب کے مقامات میں سے وہ مقام و مرتبہ ہے، جسے اخفی (انتہائی چھپا ہوا) ہونے کا درجہ دیا گیا ہے، لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ احساس کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی اور ابدی ہے اور میں بحیثیت انسان فنا کے گھاٹ اترنے والا ہوں۔ اور یہ کہ میری روح اور جسم کا بہر حال ایک آغاز مشیت ایزدی اور توفیق الٰہی کی بدولت ہوا ہے، جب کہ اللہ کی ذات کا کوئی آغاز ہی نہیں ہے۔ لہٰذا، یہ میں ہی ہوں جسے ہر لمحہ زندہ رہنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کی ضرورت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام سہاروں سے قطعاً بے نیاز ہے۔ یوں اس فہم کے تحت محسوسات کا ایک لگاتار سلسلہ امڈ آتا ہے۔ لیکن یہ مقام چھپا ہوا ہے۔

شمس فریڈلینڈر: کیا دل مختلف افکار کا حامل ہو سکتا ہے؟ کیا دل (قلب) کے بھی جذبات اور محسوسات ہوتے ہیں؟ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کہنا درست ہے کہ جس طرح طبعی دل سے خون تمام رگوں کے ذریعے جسم انسانی میں دوڑتا ہے، اسی طرح "روح" اور اس سے جڑا نور بھی پھیلتا ہے۔ جیسے کسی لالٹین کی روشنی، کسی کمرے میں چاروں طرف پھیل جاتی ہے؟

شیخ علی جمعہ: دیکھیے اخفی (چھپا ہوا) مرتبہ، مراتب قلب کے مقامات میں سے ایک مرتبہ مقام ہے جو کہ مادی قلب (دل) میں رہائش پذیر ہوتا ہے۔ یوں یہ قلب ایک برتن ہے، سانچا

ہے، اور یہ تمام مراتب جنھیں دل کا حصہ کہا گیا ہے۔ وہ اس سانچے/برتن میں رہائش پذیر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، کیونکہ روحانی دنیا/عالم ملکوت کا عالم ملک کے ساتھ ایک انمٹ تعلق اور ربط موجود ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ مادی دل جس میں دل، روح، سر، مخفی اور اخفی مقامات موجود ہیں، یہ محض پمپ نہیں ہے، اگرچہ ان کا مبدا پمپ ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے پانی گلاس میں پایا جاتا ہے۔ پس مادی دل (پمپ)، ان سب روحانی مراتب کا مبدا اور مرکز ہے۔ اب غور طلب بات یہ رہ جاتی ہے کہ وہ روحانی شے جو پمپ (دل) کے اندر موجود ہے، کیا وہ اپنے الگ سے محسوسات اور احساسات رکھتی ہے؟ جی ہاں یہ نہ صرف محسوسات رکھتی ہے، بلکہ جذبات سے بھی معمور ہے۔

اسلامی تصور جہاں کے فروغ پذیر ادوار میں، یہ اندرونی/روحانی جذبات اہل تصوف اور اولیاء اللہ کی فکر اور سوچ کا موضوع رہے ہیں۔ انھوں نے اسے دس مختلف مراتبی شاخوں میں مزید تقسیم بھی کیا ہے۔ ان جذبات کے نتیجے میں یہ احساس نمو پاتا ہے، جسے "توبہ" کرنے اور "استغفار" کرنے کا نام دیا گیا ہے۔ جب انسان مجبوراً محسوس کرتا ہے کہ زندگی میں اب اس خاص لمحے اسے تمام اطراف سے منہ موڑنے کی ضرورت ہے، جو کہ ماسواء اللہ (خدا) ہیں کیونکہ دنیا کی طرف حد سے زیادہ جھکاؤ ایک گناہ ہے، جس کی طرف سے منہ موڑنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ یہ ایک تکلیف دہ پشیمانی بھرا احساس ہے، لیکن نتیجتاً اس میں انسان کے لیے خیر ہوتا ہے۔

ان مقامات (Stations) کے علاوہ جزوی حالتیں (States) ہیں۔ کیونکہ مقام ایک غیر متبدل جذبہ ہے اور حالتیں ایک نوع کی بدلتی کیفیات ہیں جو کہ آتی جاتی رہتی ہیں۔ انسان روحانی طور پر ایک مقام سے ابھر کر دوسرے مقام تک پہنچتا ہے، لیکن اپنے سے نچلے مقام کی طرف واپس نہیں آتا۔ کیونکہ اگر انسان اونچے مقام سے نچلے مقام پر آجائے تو اس میں انسان کے لیے سراسر خسران اور بربادی ہے۔ یہ ایمان سے بداعتقادی اور کفر کی طرف لوٹنے جیسا اقدام ہے۔

اگرچہ حالتیں (کیفیات) تغیر پذیر رہتی ہیں۔ صوفیاء کرام نے انھیں مختلف نام دیے ہیں، جیسا کہ ابتلاء، حسرت، وصال، اتصال اور ہجر، فراق، جدائی وغیرہ۔ لہٰذا پوچھے گئے سوال کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ روحانی قلب جذبات رکھتا ہے۔ البتہ یہ جذبات دو اقسام کے ہیں۔ ایک غیر متبدل، قایم اور غیر متحرک ہیں، جب کہ دوسرے تغیر پذیر ہیں۔

شمس فریڈلینڈر: آخر وہ کیا چیز ہے، جو دل کو سخت کر دیتی ہے؟

شیخ علی جمعہ: اولیاء اللہ کی نظر میں دل کے دو دروازے ہیں۔ایک دروازہ تخلیق خدا (دنیا) کی طرف کھلتا ہے۔جب کہ دوسرا دروازہ خالق (حق تعالیٰ) کی طرف کھلتا ہے۔اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کیا چیز کمائی گئی ہے اور کیا عطا کی گئی ہے۔دراصل انسان اپنی فطرت کے تحت، تخلیق / مخلوق کی طرف سے دروازے کھلا رکھتا ہے۔کیونکہ اسے خوراک، لباس، رہائش کی جگہ، ہمدم، ساتھی، دوست احباب کی ہمہ وقت ضرورت رہتی ہے۔اس طرح دنیا میں بسنے اور رہنے کے لیے دنیاوی قوانین کی بھی ضرورت رہتی ہے۔یہ تخلیق کی طرف سے کھلنے والے دروازے کی وضاحت ہے۔

لیکن جب انسان ذکر الٰہی میں مستغرق اور منہمک ہوتا ہے تو اس کے دل کا دوسرا دروازہ کھل جاتا ہے۔یہ دروازہ اُسے حق تعالیٰ کے ساتھ منسلک کیے رکھتا ہے۔لیکن یہ عظیم الشان تبدیلی تین مراحل سے گزر کر ہی اختتام پذیر ہوتی ہے۔اوّل اوّل، حق تعالیٰ کا دروازہ بند ہوتا ہے، پھر ذکر الٰہی کی وجہ سے یہ کھل تو جاتا ہے، لیکن ذکر الٰہی کے غلبے سے مخلوق کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔گویا ذکر الٰہی ایک ہوا کے جھونکے کی طرح مخلوق کی طرف کھلنے والے دروازے کو بند اور خالق کی طرف کھلنے والے دروازے کو کھول دیتی ہے۔تیسرے مرحلے میں مزید تزکیہ نفس اور توفیق الٰہی سے مخلوق کی طرف دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔یوں دل کے دونوں دروازے کھل جاتے ہیں۔لیکن اگر انسان ان ابواب میں توازن قایم نہ کر سکے تو چوتھے یا کسی ایسے مرحلے میں انسان پر سے دونوں دروازے بھی بند ہو سکتے ہیں اور یہ کیفیت پاگل پن اور جنون کی ہوتی ہے۔کیونکہ ایسا شخص نہ تو عبادت سر انجام دے سکتا ہے اور نہ امور دنیا سرانجام دے سکتا ہے۔اُس کے پاس اپنا کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور وہ ذمہ داری کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔

اسی طرح اگر پہلے دروازے کے نکلنے پر ہی اکتفا کیا جائے، جس میں محض مخلوق (دنیا) کی طرف دل کا دروزہ کھلا ہوتا ہے۔لیکن حق تعالیٰ کی طرف دروازہ کھلنے کی نہ تو خواہش باقی رہتی ہے اور نہ ہی جستجو ہوتی ہے۔تو دراصل یہ کیفیت ذکر الٰہی میں کمی، نسیان اور انسان کی اپنی فطری غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اس لیے کون سا دروازہ کھلتا ہے اور کون سا بند ہوتا ہے! یہ ایک طرح سے جواب ہے۔مخلوق کی طرف سے دروازہ قدرتی طور پر خود بخود کھلتا ہے اور حق باری تعالیٰ کا دروازہ، ذکر اور فکر کے ذریعے کھلتا ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ پہلے تھوڑا تھوڑا کھلتا ہے، حتیٰ کہ واضح طور پر مکمل کھل جاتا ہے۔

اگر اس سے جڑے، ایک اہم نکتے پر بات کی جائے، کہ کیا چیز کمائی جاتی ہے اور کیا چیز عطا کردہ ہے تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ ذکر الٰہی کے ذریعے اگرچہ ہم حق باری تعالیٰ کی طرف کھلنے والے دروازے کو کھول سکتے ہیں، لیکن یہ دروازہ توفیق الٰہی کی بدولت ذکر الٰہی کے بغیر بھی کھولا جا سکتا ہے۔ اہل تصوف، ایک طرف راہ سلوک کے مسافر (سالک) کے بارے میں بات کرتے ہیں تو دوسری طرف، وہ ایسے شخص کی بات بھی کرتے ہیں، جس کی تلاش کی جاتی ہے۔ پہلا شخص خود راستے میں ہوتا ہے، جب کہ دوسرے شخص کو اپنی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ جس کے تحت کوئی شخص کچھ ایسا کرتا ہے جس سے اُس کے دل کا دروازہ کھل جاتا ہے اور دوسری طرف، کسی شخص کو اللہ کی طرف سے فضل اور عطیے (تحفے) کے طور پر یہ نعمت دی جاتی ہے جس سے اُس کے دل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اس میں اُس شخص کا کمال نہیں ہوتا۔ لیکن بہرحال ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا ضرور کرتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد نبویؐ کا مفہوم ہے:

اے اللہ! میرے دل (قلب) میں نور کر دے، میری سماعت میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور دے، میری دائیں طرف نور دے اور میرے بائیں طرف بھی نور دے اور مجھے نور کا حصہ بنا دے۔

شمس فریڈلینڈر: قرآنی قصص میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا اور وہ اژدھا بن گیا۔ انھیں کہا گیا کہ اسے پکڑو اور انھوں نے جب اٹھایا تو وہ دوبارہ عصا میں تبدیل ہو گیا۔ پھر انھیں بتایا گیا کہ کہ اپنا ہاتھ مقام قلب پر رکھو۔ جب انھوں نے ہٹایا تو وہ چمک رہا تھا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ مابعد الطبیعاتی نور، کو انسانی مادیات/حسیات کے دائرے میں موجود روشنی میں ڈھالا یا بدلا جا سکتا ہے؟

شیخ علی جمعہ: تمام نورانی/روحانی اشیاء کو حسیاتی (مادی) اشیاء میں بدلا جا سکتا ہے۔ روز قیامت موت کو ایک مینڈھے (بھیڑ) کی صورت میں لا کر ذبح کیا جائے گا۔ یہاں موت محض ایک تصور اور مجرد خیال ہے، لیکن آخرت میں اسے بھی مادی جسم میں نظروں کے سامنے لا کر کھڑا کیا جائے گا۔

دیکھیے ہم عالم ملک اور ملکوت کی الگ الگ وضاحت کر چکے ہیں دو اقسام کے راز ہیں اور دو اقسام کے نور ہیں۔ عالم ملک کے دائرے میں حسیات ہیں اور ان سے جڑی تخلیقات اور اس سے جنم لینے والی چیزیں ہیں۔ مثلاً طبعی نباتات سے حاصل شدہ اشیاء، تعمیراتی اور تکنیکی قوانین، علم ریاضی اور علم آبیات (Hydrology) سے حاصل شدہ نتائج ہیں۔ یہ تمام ریاضیاتی فارمولہ

جات اپنے محدود دنیاوی (عالم ملک) کے دائرے میں، راز اور انکشافات ہی تو ہیں۔ جو کہ انسان کے مشاہدے، تجربے اور تجزیے کا حصہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حسیات کے دائرے میں آنے والے انوار ہیں۔ مثلاً بجلی، سورج، چاند ستارے اور لیزر شعاعیں وغیرہ۔

عالم ملک سے بالاتر، عالم ملکوت کے اپنے انوار اور راز ہیں۔ یہ ایسے راز ہیں جو حسیات سے الگ ہیں۔ لیکن جس طرح عالم ملک کی چیز ملکوت کے دائرے میں حکم الٰہی کے تحت جا سکتی ہے، اسی طرح کوئی بھی چیز ملکوت کے دائرے سے، ملک کے دائرے میں بھی ڈھل سکتی ہے، بلکہ ایسی صورت (ہیبت) میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے، جسے حواس خمسہ کے ذریعے مشاہدے کا حصہ بنایا جا سکے۔

فریڈلینڈر: ارشاد نبویؐ کا مفہوم ہے: "تمام چیزوں کا ایک صیقل ہے اور دل کا صیقل اللہ تعالیٰ کی یاد (ذکر الٰہی) ہے۔ تو وہ کیا چیز ہے، جو دلوں کو گرد آلود اور زنگ آلود کر دیتی ہے؟

شیخ علی جمعہ: قرآن مجید میں کئی جگہ اُن نکات کو بیان کیا گیا ہے جو کہ دلوں کو بیمار کرنے کا سبب ہیں، جس طرح کھڑے ہوئے پانی میں بھی کائی جم جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے کئی الفاظ مثلاً پردہ (غلاف)، قفل، غرور اور دیگر منفی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان تمام کمزوریوں پر مبنی اوصاف کو یا تو ایمان کے ذریعے سے دور کیا جا سکتا ہے۔ یا پھر اسمائے الٰہیہ کو بار بار دہرانے سے بھی دور کیا جا سکتا ہے یا پھر تزکیہ نفس کے ذریعے سے بھی دل کی صفائی ممکن ہے۔

اولیاء، دل کی صفائی کے لحاظ سے نفس کو درج ذیل مراتب میں تقسیم کرتے ہیں:

۱- نفس امارہ (Domineering)
۲- نفس لوامہ (Censorious)
۳- نفس ملہمہ (Inspiring)
۴- نفس مطمئنہ (Tranquil)
۵- نفس قانعہ (Contented)
۶- نفس راضیہ (Pleasing)
۷- نفس مزکّیٰ (Pure)

اولیاء اللہ، اسمائے حسنیٰ کے ورد کے ذریعے سے بتدریج انسانی قلب کی صفائی پر اصرار کرتے آئے ہیں۔ اس مقصد کے لیے سات نام استعمال کیے جاتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ، اللہ، ھو الحیّ، القیوم، الحق، القہار، اگرچہ چند صوفیا اکرام العزیز، الواحد، الودود، الوہاب، الباسط، المھیمن جیسے اسمائے حسنیٰ بھی استعمال کرتے ہیں۔

بہرحال دہرانے کی ترتیب جو بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے پاک اور خوبصورت ناموں کا ذکر نہ صرف تالیف قلب کا باعث ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور فضل کے دروازے بھی انسان پر کھولتا ہے۔

حوالہ:

The Inner Journey: Views from Islamic Tradition (Parabola Anthology Series) , Ed: William C. Chittick, White Thread Press, 2007

❁...❁...❁